جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب

آخری قسط (3)

اسلام اور اکیسویں صدی : قاہرہ کانفرنس کی مفصل روداد

فرقانیہ اکیڈمی کا لٹریچر : آج کا دن اس حیثیت سے بھی میرے لئے ایک اہم اور مبارک دن تھا کہ میں نے اپنا پیغام (بلکہ قرآن کا پیغام) نہ صرف عالم اسلام تک پہنچادیا بلکہ فرقانیہ اکیڈمی کا لٹریچر بھی عربی اور انگریزی زبان میں تقریباً تمام نمائندوں میں تقسیم کردیا۔ اس سلسلہ میں عربی میں شائع شدہ دو نئی کتابیں خصوصیت کے ساتھ عرب نمائندوں کو دی گئیں جو یہ ہیں :

(۱) التجلیات الربانیۃ فی عالم الطبیعۃ (۲) أھمیۃ علم الکیمیاء والفیزیاء و خطورۃ النفط والبترو کیمیاویات۔ پہلی کتاب قرآن اور سائنس کے تعلق پر اب سے چند سال پہلے سینٹ جانس چرچ روڈ میں دئے گئے میرے لیکچرس کا مجموعہ ہے اور یہ لیکچرس عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانوں میں اکیڈمی کی جانب سے شائع ہوچکے ہیں اور دوسری کتاب "خلافت ارض کے لئے علم کیمیاء اور طبیعیات کی اہمیت" پر ہے۔ اس کتاب کے اردو اور انگریزی ایڈیشن زیر طبع ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں خاص کر قاہرہ کانفرنس میں تقسیم کے لئے تیار کی گئی تھی اور وہاں پر کافی تعداد میں تقسیم کی گئی۔ اس کتاب کا تعلق پٹرولیم اور پٹروکیمکلز سے ہے اور اس کا مقصد پٹرولیم کی تیاری کیلئے جو صنعتیں آج روئے زمین پر سرگرم عمل ہیں ان میں جدید علم کیمیاء اور طبیعیات کا رول دکھانا ہے، تاکہ اہل اسلام ان علوم کی کارفرمائی سے آگاہ ہو کر اسلامی دنیا میں جدید ٹکنک کو رائج کرتے ہوئے جدید صنعتوں کا ایک جال بچھا سکیں اور اس کے نتیجے میں وہ مغربی ممالک کی اجارہ داری کو توڑ سکیں اور اس میدان میں ایک بہت بڑا انقلاب لاسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کی قدرتی دولت غیروں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں عالم اسلام کی ترقی کیلئے بعض تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

بعض مندوبین سے میری ملاقات : گذشتہ تین دنوں میں کئی اہم ملکوں کے مندوبین سے میری ملاقات ہوئی اور بعضوں سے مفصل تعارف ہوا۔ ان میں سعودی عرب کے وزیر برائے امور اسلامی ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی، سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے نائب صدر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف، رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ العبید، مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر حمدی

قزوق، شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی، شام (سوریہ) کے وزیر اوقاف محمد عبدالرؤف زیادہ، یمن کے وزیر اوقاف علامہ احمد محمد شامی، بحرین کے وزیر اوقاف، بنگلہ دیش کے وزیر اوقاف مولانا نورالاسلام، سری لنکا کے وزیر ٹرانسپورٹ جناب احمد فوزی، کویت کی ایک تنظیم کے صدر شیخ یوسف جاسم حجی، نجریا کی مجلس افتاء کے صدر ابراہیم صالح حسینی، جنوبی افریقہ کی جمعیت العلماء کے صدر جناب عباس علی جینا، اٹلی کی انجمن اسلامیہ کے صدر شیخ عبدالواحد، سنگاپور کے مرکز عربی تعلیم کے صدر جناب طاہر بن محمود الحدّاد، برطانیہ کے علماء بورڈ کے امیر ڈاکٹر مولانا عبدالرحیم، برطانیہ کی مسلم کونسل کے جنرل سیکرٹری جناب اقبال، مراکش کی تنظیم (ایسیسکو) کے ڈائریکٹر برائے اطلاعات جناب عبدالقادر ادریسی اور ساؤپویونیورسٹی (برازیل) کے ایک پروفیسر حلمی نصر سے ملاقات ہوئی جو اصلاً مصری ہیں۔

قزاقستان اور چین کے وفود : ان کے علاوہ قزاقستان کی ایک اسلامی تنظیم کے صدر جناب حلیفہ الٹے سے بھی ملاقات ہوئی جو کئی سال تک پاکستان میں رہنے کی وجہ سے اردو بہت اچھی طرح بولتے ہیں اور انہوں نے قزاقی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے اور وہ رابطہ عالم اسلامی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ چین کے ایک وفد سے بھی ملاقات ہوئی اور ان سے عربی میں گفتگو ہوئی اور مختصر تعارف ہوا۔ تقریباً تمام ممالک کے وفود کو اکیڈمی کی عربی اور انگریزی کتابیں پیش کی گئیں۔ مگر وقت کی کمی اور ہنگامے کے باعث اکثر حضرات سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ مگر یہ بھی بہت غنیمت تھا کہ عالم اسلام اور دنیا بھر کی بعض اسلامی تنظیموں کے نمائندے ایک جگہ جمع تھے جنہیں سننے اور ان کے خیالات کو سمجھنے کا موقع ملا۔ مگر جن سے باہمی تعارف نہیں ہو سکا ان تک اپنا پیغام بذریعہ لٹریچر پہنچا دیا گیا۔ اسکندریہ کے بطریق بابا شنودہ ثالث کو بھی ایک انگریزی کتاب پیش کی گئی۔

جزیرہ روضہ کا نظارہ : ۴ جولائی کی دوپہر کا کھانا کل ہی کی طرح آج بھی دریائے نیل کی ایک آراستہ پیراستہ کشتی پر کھلایا گیا۔ ان کشتیوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان میں کھڑکیوں کی جگہ شیشے لگے ہوئے تھے، جسکی وجہ سے باہر کا نظارہ خوب ہو رہا تھا اور لوگ بیرونی مناظر سے محظوظ

ہو رہے تھے۔ دریائے نیل پانی سے لبریز اور بغیر کسی تلاطم یا شور شرابے کے پورے وقار اور سکون کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ آج بھی کل ہی کی طرح آٹھ دس میل کا سفر کرایا گیا، مگر یہ ایک دوسرے جزیرے کا چکر تھا جو "روضہ" کے نام سے موسوم ہے۔ آج کا کھانا شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کی جانب سے تھا اور اس جزیرہ تک ہم کو بسوں کے ذریعہ لے جایا گیا اور بسوں کے ذریعہ واپس ہوٹل پہنچایا گیا۔ کل اور آج دریائے نیل میں سفر کی وجہ سے عروس البلاد قاہرہ کی ایک اچھی خاصی سیر ہوگئی اور بعض اہم مقامات کا مشاہدہ ہوگیا اور اس کے حسین و جمیل مناظر لوح دماغ پر ہمیشہ کیلئے مرتسم ہوگئے۔

دریائے نیل کی اہمیت : دریائے نیل کا تذکرہ اب تک صرف کتابوں میں پڑھتے آرہے تھے مگر اب اس کے چشم دید مشاہدہ کی بھی سعادت نصیب ہوگئی۔ دریائے نیل دنیا کا سب سے لمبا دریا ہے جس کی لمبائی 6671 کلو میٹر ہے اور ملک مصر کی زراعت اور خوشحالی کا سارا دارومدار اسی پر ہے۔ چنانچہ مصر کی چوبیس لاکھ ایکڑ زمین دریائے نیل سے سیراب ہوتی ہے اور پینے کا پانی بھی اسی سے فراہم ہوتا ہے۔ گویا کہ اس کی حیثیت مصر کی معیشت میں شہ رگ کی سی ہے۔ اسوان ڈیم کے ۱۹۷۱ء میں بن جانے کی وجہ سے اس ڈیم کے ذریعہ دریائے نیل کے پانی کو کنٹرول کیا جاتا ہے اور اس کی سطح سال بھر یکساں رکھی جاتی ہے۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ اپنے مفصل سفرنامے میں بیان کروں گا۔ فی الحال اتنی ہی تفصیل پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

کانفرنس کی قراردادیں : ۵ جولائی اتوار کانفرنس کا آخری دن تھا۔ کانفرنس کے مقالے اور تقریریں جو کچھ تھیں وہ سب کل ہی ختم ہوچکی تھیں۔ پروگرام کے مطابق آج صبح کے سیشن میں صرف ایک اختتامی تقریر ہوئی اور قراردادیں جو پہلے سے تیار تھیں پڑھ کر سنائی گئیں جو، حسب ذیل ہیں :

سیاسی میدان میں اسلام کا عالمی مؤقف

نمبر ایک : یہ کانفرنس ملت اسلامیہ کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اسلامی نظام شوریٰ کو اپناتے ہوئے اسے زندگی کے میدان میں داخل کرے اور اس سلسلہ میں وہ حسب ذیل امور پر زور دیتی ہے :

(۱) اسلامی نظام شوریٰ کی موجودہ صحیح جمہوری شکلوں کے مطابق وسیع ہو سکتا ہے خواہ وہ جمہوری نظاموں کے تحت ہو یا بادشاہی نظاموں کے تحت۔

(۲) اسلام کی تمدنی فکر اس بات پر زور دیتی ہے کہ دینی و دنیوی معاملات کتاب و سنت کے چوکھٹے میں حل کئے جائیں۔

(۳) ہر اسلامی ملک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال و کوائف کے مطابق ان مقاصد کو بروئے کار لانے کا نظم کرے۔

(۴) اہل حل و عقد پر مشتمل شوریٰ قائم کرنے کیلئے بعض (اساسی) قواعد و ضوابط وضع کئے جائیں جن کے تحت یہ تنظیم کام کر سکے۔

(۵) فکر اسلامی کی خصوصیت میں سے ایک اہم خصوصیت رائے اور اجتہاد کی آزادی بھی ہے جو موجودہ دور کے حالات میں اس بات کی طالب ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور اسلامی اقدار کے مطابق رائے میں اختلاف کیا جا سکے۔

نمبر دو: یہ کانفرنس ایسے وسائل اختیار کرنے کی سفارش کرتی ہے جو امت اسلامیہ کی تنظیم اسلامی احکام کے مطابق کرنے کیلئے ضروری ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں حسب ذیل باتوں کی تلقین کرتی ہے: (۱) انسان کے سیاسی، تمدنی، اجتماعی اور اقتصادی حقوق کا احترام بغیر کسی تفریق کے کیا جائے۔ (۲) انفرادی و اجتماعی اجتہاد کو بروئے کار لانے کیلئے عالم اسلام میں موجود مختلف اداروں اور اکیڈمیوں کے درمیان ربط و ضبط قائم کیا جائے۔ ان میں مقدم جامع ازھر کے تحت قائم شدہ مجمع البحوث الاسلامیۃ اور موتمر اسلامی کی تنظیم کے تحت قائم شدہ مجمع الفقہ الاسلامی ہیں، جن میں اسلامی ممالک کے علماء بطور نمائندہ شامل ہیں۔ (۳) موجودہ زندگی کی مشکلات کا حل فقہ اسلامی اور اس کے دلائل کی روشنی میں مناسب طور پر نکالا جائے۔ (۴) اسلام کے ان صحیح مفہومات کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے جو انسان کی تکریم کرتے ہیں، خواہ اس کی جنس، اس کا رنگ اور اس کا عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، جس کے باعث عالم بشری کے درمیان تعاون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے: "ہم نے یقیناً اولاد آدم کی تکریم کی ہے۔" (بنی اسرائیل: ۷۰)

نیز فرمان الٰہی ہے: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور تم سب کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ مگر تم میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو"۔ (حجرات: ۱۳)

(۵) یہ کانفرنس اس بات کی سفارش کرتی ہے کہ عالم اسلام کی جانب سے ذرائع ابلاغ یا خبر رسانی کی طرف خصوصی توجہ صرف کی جائے، تاکہ اسلام کی آواز بین الاقوامی سطح پر مؤثر طور پر سنی جاسکے اور اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک نشرو شاعت کے خصوصی ادارے قائم کریں۔ (۶)۔ یہ کانفرنس اس قرارداد کو لاگو کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہے جسے تنظیم مؤتمر اسلامی نے اختیار کیا ہے کہ ایک تنفیذی اسلامی عدالت (عدلیہ) قائم کی جائے۔

نمبر تین: تیسرے نمبر پر یہ کانفرنس امت اسلامیہ کو بین الاقوامی طور پر اپنی شخصیت کے دفاع کیلئے حسب ذیل طریقوں کو اپنانے کی ضرورت پر زور دیتی ہے:

(۱) حکومتی اور قوموں کے درمیان تعاون ان اسباب کو ختم کرنے کیلئے بڑھایا جائے جو حکومتوں کے اندر اور باہر تشدد پسندی اور ہراسانی کو فروغ دینے والے ہوں، خواہ یہ اسباب سیاسی ہوں یا اقتصادی، فکری ہوں یا دینی۔ (۲)۔ ان بین الاقوامی کوششوں کی ہمت افزائی کی جائے جو ایک بین الاقوامی فوجداری عدالت کی تاسیس کے سلسلے میں ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ تشدد پسندی، نسل کشی اور زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف فیصلہ کر کے انہیں سزا دی جاسکے۔

(۳)۔ یہ کانفرنس تمام مسلم حکومتوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ فلسطینی قوم کے جائز حقوق کی بازیافت کیلئے متحد ہو جائیں، تاکہ سرزمین فلسطین میں ایک آزاد حکومت کا قیام عمل میں آسکے۔ چنانچہ فلسطینیوں کے حقوق غصب کرنے اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے سلسلے میں اسرائیل کے فیصلے زیادتی پر مبنی ہیں اور وہ بین الاقوامی قراردادوں پر عمل آوری اور میڈرڈ اور اوسلو معاہدوں کے نفاذ میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے۔ نیز یہ کانفرنس اس بات پر بھی زور دیتی ہے کہ اسلامی ممالک بیت المقدس کو فلسطین کا پایہ تخت بنائے جانے کے موقف کی حمایت کرتے رہیں۔

(۴)۔ یہ کانفرنس کوسووا میں صربوں کی جانب سے مسلمانوں پر ہو رہے ظلم وزیادتی کی مذمت کرتے ہوئے عالمی برادری سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس ظلم کو ختم کرنے کیلئے اپنی کوششوں کو تیز

کردے تاکہ کوسوا کے باشندوں کو اپنا حق مل سکے۔ (۵) یہ کانفرنس عالمی معاشرہ کو دعوت دیتی ہے کہ وہ کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے بین الاقوامی قراردادوں نیز تنظیم مؤتمر اسلامی کی قراردادوں کے مطابق کوشش کرے۔ (۶) یہ کانفرنس ان بین الاقوامی کوششوں کا خیر مقدم کرتی ہے جو مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان بقائے باہم کے سلسلے میں ہو رہی ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ اکیسویں صدی میں صحیح اخلاقی اقدار کی ترویج کی جائے تاکہ انسان کو مادی طاقت اور قوت کے غرور سے بچایا جاسکے۔ (۷)۔ یہ کانفرنس اسلامی ممالک سے اپیل کرتی ہے کہ وہ مسلم قوموں اور ملکوں کو خارجیت کے خلاف متحد کرنے کیلئے ضروری اقدامات اقوام متحدہ کی قرارداد (دفعہ ۵۱) کے تحت کریں۔ (۸)۔ یہ کانفرنس بین الاقوامی معاشرہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ پوری دنیا سے تمام ہلاکت خیز اسلحہ بغیر کسی استثناء کے ختم کرنے کے سلسلے میں ضروری اقدامات کرے۔

اقتصادیات میں اسلام کا عالمی موقف: یہ کانفرنس تلقین کرتی ہے کہ اسلام کے اقتصادی اصول وضوابط کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر تمام نئے وسائل کے ساتھ ان کی نشر واشاعت کی جائے اور ان کی تطبیق میں پوری کوشش کی جائے۔ ان میں سے بعض اصول ومبادی حسب ذیل ہیں (۱)۔ آزاد اقتصادیات اور مارکٹ میکانزم کے اصولوں پر اعتماد کیا جائے، جیسا کہ حسب ذیل قرآنی ہدایت سے ہمیں روشنی ملتی ہے: "اے ایمان والوں! اپنے اموال آپس میں ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، سوائے اسکے کہ وہ تجارت ہو جو آپس کی رضامندی سے عمل میں آئے"۔ (نساء: ۲۹)

اور اس سلسلے میں بعض احادیث بھی وارد ہیں اور یہ چیز موجودہ اسلامی ممالک کے درمیان آزاد اقتصادیات کی طالب ہے جو قیود وشرائط کے ساتھ ہے۔ (۲)۔ اسلامی ممالک آزاد اقتصاد اور بازار میکانزم میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے احتراز کریں اور یہ بات مالداروں اور غریبوں کے سلسلے میں اسلام کی مقرر کردہ مشترکہ ذمہ داریوں کے اصول کے مطابق ہو۔ (۳)۔ سودی معاملات سے دور رہنا اور علماء مسلمین کو اجتہاد پر ابھارنا چاہیئے تاکہ وہ جدید احوال کے مطابق نئے فارمولے تلاش کر سکیں۔ (۴)۔ اسلامی ممالک اور دنیا کے دیگر ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کے طور طریقوں کو بڑھاوا دینا چاہیئے۔ (۵)۔ یہ کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ اسلامی

ممالک مشترکہ ذمہ داریوں کے حصول کے تحت جو معاہدات عمل میں آچکے ہیں ان کے نفاذ کے سلسلے میں فوری اقدامات سے کام لیں۔ (۶)۔ تنظیم مؤتمر اسلامی نے ۱۹۸۹ء میں جو قراردادیں منظور کی تھیں اور خاص کر مشترکہ اسلامی مارکیٹ کے سلسلے میں، انہیں نافذ کیا جائے اور اس بارے میں حسب ذیل دو شقوں پر عمل کیا جائے: (الف) اسلامی ممالک کے درمیان مشترکہ اقتصادی منصوبوں کی ہمت افزائی کی جائے۔ (ب)۔ اس طرح کا ضروری نظام قائم کیا جائے جو اسلامی ممالک کے درمیان تجارتی سامان کے تبادلے، سیاحت اور دیگر خدمات کے فروغ میں معاون و مددگار بن سکتے ہوں۔ (۷) ۔ اسلامی ممالک میں جو کثیر قدرتی اور انسانی وسائل موجود ہیں ان سے استفادہ کے لئے باہمی یکجہتی اور تعاون کے ساتھ نظم کیا جائے۔ (۸)۔ یہ کانفرنس اسلامی ممالک کو غیر اسلامی ممالک پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے سرمایہ کاری کرنے کے سیاسی و اقتصادی خطرات پر متنبہ کرتی ہے۔

سائنسی میدان میں اسلام کا عالمی موقف: فکری اور سائنسی میدانوں میں مسلم سائنس دانوں کا ایک سنہرا دور رہا ہے جب کہ انہوں نے تہذیبوں سے استفادہ کیا اور پھر انکی علمی تحقیقات اور کتابیں موجودہ یورپی ترقی کی بنیاد بنیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کے تہذیبی دور کو واپس لایا جائے تاکہ ہم سائنسی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے قافلے میں شامل ہو جائیں۔ لہذا یہ کانفرنس حسب ذیل سفارشیں کرتی ہے:

(۱) ۔ پورے عالم اسلام میں موجود تحقیقی اداروں کے درمیان ہو رہی جدوجہد میں یکسانیت پیدا کی جائے اور اس کے ساتھ تطبیقی تحقیقات کا اہتمام کیا جائے جو زراعت، صنعت اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے میدانوں میں اقتصادی ترقی کے اغراض کو پورا کرنے والی ہوں۔ اسی طرح یہ کانفرنس ان تحقیقی کوششوں کو سراہتی ہے جو یونیورسٹیوں، تحقیقی اداروں اور مسلم یونیورسٹیوں کی رابطہ کمیٹی اکیسویں صدی میں امت اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں کے مطالعہ کے سلسلے میں انجام دے رہی ہیں۔ (۲)۔ عالم اسلام میں موجود تحقیقی اداروں، یونیورسٹیوں اور مختلف علمی مرکزوں کے درمیان معلومات کے تبادلے کی ضرورت ہے جن کے ذریعہ معلومات میں باقاعدگی پیدا ہو اور مشترکہ سائنسی اغراض پورے ہوں تاکہ ان کے ذریعہ مشترکہ سائنسی منصوبوں کو روبعمل لانے

کے سلسلے میں ایک حکمت عملی تیار کرنے میں مدد مل سکے۔ (۳)۔ سائنسی تحقیقات کے لئے مالی تعاون زیادہ کیا جائے خواہ وہ حکومتی میزانیہ سے ہو یا قومی اداروں اور کمپنیوں کی جانب سے۔ (۴)۔ ترقی یافتہ دنیا سے استفادہ کیلئے کھلا ذہن اختیار کرنا اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے حصول کیلئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ (۵)۔ عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مختلف ممالک کے سائنس دانوں اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں موجود مسلمان سائنس دانوں کے درمیان سائنسی تبادلہ خیال اور بحث و مباحثہ پر زور دیا جائے۔

اعلان قاہرہ: قراردادوں کی کاپیاں عربی اور انگریزی میں تمام نمائندوں میں تقسیم کی گئیں اور اس کے ساتھ ہی کانفرنس کا اختتام ہو گیا۔ قراردادوں کے علاوہ "اعلان قاہرہ" کے نام سے چار صفحات پر مشتمل ایک وضاحت نامہ بھی تقسیم ہوا، جس میں اہل اسلام کو تلقین کی گئی ہے کہ دنیا بھر کے تمام مسلمان پوری قوت اور عزم و حوصلے کے ساتھ اکیسویں صدی میں جانے کی تیاری کریں اور آپس کے اختلافات کو بھلا کر اسلام اور مسلمانوں کو غالب کرنے کی غرض سے متحد ہو جائیں۔ کیونکہ ایک ایسی امت کے لئے جو ایک عظیم الشان تہذیب کی مالک رہی ہے موجودہ دور کے احوال و کوائف سے کنارہ کش ہو کر اپاہجوں کی طرح بیٹھ جانا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ جدوجہد کر کے ایک نئی تاریخ بنائے اور اپنا رہبرانہ کردار پوری طرح ادا کرے۔ کیونکہ عالم انسانی کی سعادت و بھلائی امت اسلامیہ ہی سے وابستہ ہے۔

کانفرنس پر ایک نظر: یہ کانفرنس نہایت درجہ اہم اور عظیم الشان تھی، جس میں دنیا بھر کے نمائندے اور اہل فکر و نظر جمع تھے اور حکومت مصر نے نہایت درجہ فراخ دلی کے ساتھ مہمانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھا اور اسکی کامیابی پر کروڑوں روپے خرچ کئے لیکن بایں ہمہ انتظامی اعتبار سے کچھ بدنظمی اور بے قاعدگی بھی دکھائی دی اور اس میں وہ جوش و خروش نظر نہیں آیا جو اکیسویں صدی میں جانے کیلئے ضروری ہے۔ ان کوتاہیوں کے باوجود علمی اعتبار سے یہ کانفرنس بے حد اہم تھی۔ کیونکہ عصر جدید میں ملت اسلامیہ کو جن مسائل اور چیلنجوں کا سامنا ہے انہیں ابھار کر پیش کیا گیا اور ان موضوعات پر نہایت درجہ قیمتی مقالات جمع ہو گئے۔ ملت کے مفکرین اور اہل قلم نے نہایت درجہ جانفشانی کے ساتھ اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے اور تقریریں کیں۔ ان

علمی مقالات کو سامنے رکھ کر اہل علم و قلم اس سلسلے میں مزید تحقیقی کام کر سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کانفرنس کے منتظمین مبارکبادی کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اہل علم کے سامنے کام کرنے کیلئے موضوعات رکھ دیئے ہیں۔ وہ مسائل و موضوعات جو امت کے لئے اس وقت زندگی اور موت کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی امت کو اگر جینا ہے تو ان زندہ مسائل کو حل کر کے جئے اور ترقی یافتہ قوموں کے قافلے میں شامل ہو جائے ورنہ اگر مرنا ہے تو پھر پس ماندہ رہ کر اور ترقی یافتہ قوموں کی باجگزار بن کر غلامانہ حیثیت سے زندگی بسر کرے۔ پہلی صورت میں اس کی زندگی اور اس کا عروج ہے تو دوسری صورت میں اس کا زوال اور اس کی موت ہے۔ بہر حال اسے اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جو چیز پسند ہو اسے منتخب کر لے۔ الغرض یہ ایک زندہ کانفرنس تھی جو زندہ مسائل و موضوعات پر کام کرنے اور اسلام جیسے زندہ مذہب کے تحت امت مسلمہ کے تن مردہ میں زندگی کی روح پھونکنے کی غرض سے منعقد کی گئی تھی تاکہ یہ امت "مرد بیمار" بنے رہنے کے بجائے "مرد میدان" بن کر کارگاہ ارضی میں اپنا پارٹ پھر سے ادا کرنے کے قابل بن سکے۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ دنیا کے ہر خطہ ارض میں جہاں جہاں بھی مسلمان بستے ہوں وہاں پر حرکت و بیداری پیدا ہو اور مسلمان اپنا جامہ کہن اتار کر عصری لباس زیب تن کر لیں اور نئی دور کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اپنے دین و ایمان کی مضبوطی کا سامان پیدا کریں۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے لہذا ضروری ہے کہ مسلمان نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اقوام عالم سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان میں بات کریں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو خلافت ارض کے میدان میں پھر سے غلبہ و شوکت حاصل ہو اور وہ وقار پھر سے حاصل کر سکیں اور اس مقصد کے لئے ہمارے علماء اور عمائدین کو آگے بڑھ کر ملت اسلامیہ کو دوبارہ منظم کرنا چاہیئے۔

اہل اسلام کا فریضہ : اب یہ اہل اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ ان جدید مسائل و موضوعات پر کام کر کے اس تحریک کو آگے بڑھائیں اور امت کو درپیش مسائل حل کر کے اس کے دکھوں کا مداوا کریں ورنہ آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ امت کو درپیش عصری مسائل پر علمی و تحقیقی کام کرنا اور اجتہادی طور پر نئے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں نکالنا ہر دور میں ایک

فرض کفایہ ہے اور یہ کام ہر مسلم ملک و قوم میں ضرور ہونا چاہیئے اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اہل خیر حضرات کو باصلاحیت علماء کا تکفل کرنا اور انہیں معاشی ذمہ داریوں سے آزاد کرنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ آج ہندوستان جیسے ملکوں میں میلاالنبی ﷺ کے نام پر کروڑوں بلکہ اربوں روپئے اندھادھند اور بلا مقصد محض میلوں ٹھیلوں پر خرچ ہورہے ہیں۔ اگر یہی روپیہ تحقیقی کاموں پر خرچ کرکے اور عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق نئے انداز کا لٹریچر مختلف زبانوں میں تیار کرکے اس کی صحیح طور پر نشر واشاعت کی جائے تو کایاپلٹ سکتی ہے اور فکری دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب آسکتا ہے۔ اسی طرح تعلیمی و معاشی میدان میں بھی ملت کو آگے بڑھاکر اسے صف اول کی قوموں میں شامل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ حکومت مصر کا یہ اقدام نہایت درجہ مستحسن ہے کہ وہ پچھلے دس سال سے مسلسل میلادالنبی ﷺ کے موقع پر علمی کانفرنسوں کا انعقاد کرکے ایک اچھی مثال قائم کردی ہے اور اسکے اچھے نتائج نکل رہے ہیں اور امت میں ایک عام بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ لہذا ملت کے ارباب فکر اس پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور ملت کے وسائل کو اندھادھند خرچ کرکے انہیں ضائع کرنے کے بجائے صحیح معارف میں صرف کریں۔ جو ملت عصری تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے قدیم روش ہی پر اڑی رہے تو اسے ترقی یافتہ قومیں روندتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گی اور پھر ہماری بے وجہ موت پر نہ زمین روئے گی اور نہ آسمان آنسو بہائے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ ارباب ملت وقت کی رفتار اور اس کے دھارے کو دیکھیں اور صحیح وقت پر صحیح فیصلہ کریں۔ وماعلیناالاالبلاغ۔

ندوی احباب سے ملاقات : قاہرہ میں بہت سے ندوی اونچی تعلیم حاصل کرنے اور علمی موضوعات پر ڈاکٹریٹ کرنے کی غرض سے مقیم ہیں اور یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز سے قائم ہے۔ چنانچہ یہاں سے بے شمار ندوی اب تک فارغ ہوکر عالم اسلام میں مختلف عہدوں پر فائز ہیں۔ اس وقت جو ندوی طلبہ جامع ازھر اور قاہرہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں ان کی تعداد دس بارہ ہے۔ ان میں مولانا عبدالمجید ندوی یہاں پر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قاہرہ ریڈیو سے منسلک ہوگئے ہیں اور بیس سال سے قاہرہ میں مقیم ہیں۔ وہ ہماری آمد کی خبر سن کر کانفرنس کے دوسرے دن ہم سے ملنے کیلئے ہوٹل ماریٹ چلے آئے۔ ان کے ذریعہ مصر کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئیں

ور انہوں نے قاہرہ ریڈیو کی اردو سروس کیلئے میرا ایک انٹرویو بھی لیا۔ ان کے علاوہ حیدر آباد کے مولوی عبدالسمیع ندوی جو قاہرہ یونیورسٹی سے ایم اے کر رہے ہیں اور الہ آباد کے مولوی جمال ندوی جو جامع ازھر سے بی اے کر رہے ہیں دونوں نے مجھ سے کانفرنس کے آخری دن ملاقات کی ۔میں نے انہیں بتایا کہ کانفرنس کے اختتام کے بعد میں قاھرہ میں مزید ایک ہفتہ رہنا چاہتا ہوں اور مجھے کسی درمیانی درجے کے ہوٹل کی ضرورت ہے تو ان دونوں نے مجھے اپنے یہاں ٹھہرانے کی پیشکش کی۔ چنانچہ یہ دونوں نہ صرف میری متعدد کتابیں پڑھ چکے ہیں بلکہ وہ میرے افکار و نظریات سے بھی بے حد متاثر ہیں، اس لئے جب انہوں نے اس پر اصرار بھی کیا تو میں ان کی پیش کش کو ٹھکرا نہ سکا اور ان کی حامی بھر لی۔ چنانچہ کانفرنس کے اختتام کے بعد میں ہوٹل ماریٹ چھوڑ کر مدینۃ النصر منتقل ہو گیا جو کانفرنس کے مقام سے کافی فاصلے پر ہے۔ ان دونوں نے مدینۃ النصر میں کرائے کا ایک فلیٹ لے رکھا ہے اور ان کے ساتھ ان کے مزید دو ساتھی مولوی عمران ندوی فراہی اور مولوی عزیز ندوی بھی رہتے ہیں۔ اول الذکر قاہرہ میں چھ سال سے مقیم ہیں اور مولانا اشرف علی تھانوی کے فقہی مسائل پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور ثانی الذکر چودہویں صدی کے ہندوستانی مفسرین (عربی) پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔ ان سبھوں نے ایک بزرگ ندوی سمجھ کر ناچیز کی خوب خدمت کی اور قاہرہ کی سیر و سیاحت میں بھی پوری طرح تعاون کیا۔ یہاں پر مجھے نہ صرف گھر کا سا آرام ملا بلکہ قاہرہ اور مصر کے بارے میں بہت سی قیمتی معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ بہر حال کانفرنس کے اختتام کے بعد قاہرہ میں ایک ہفتہ قیام کرنے اور یہاں کے تاریخی مقامات دیکھنے کا موقع ملا اور سب سے بڑھ کر قاہرہ میوزیم میں فرعون موسیٰ (رمسیس ثانی) کی حنوط شدہ لاش کا مشاہدہ کیا جو قرآن عظیم کی صراحت کے مطابق آج پوری دنیائے انسانیت کے لئے ایک درس عبرت بنی ہوئی ہے۔ اور یہ قرآن عظیم کے زندہ معجزات میں سے ایک ہے۔ انشاء اللہ اسکی تفصیل نیز یہ کہ قاہرہ میں کیا دیکھا اور کیا سنا؟ یہ سب کچھ "سفر نامہ ء مصر" کے عنوان سے ایک الگ مضمون میں پیش کروں گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆